تبلیغ اسلام۔ ابلاغیات کے اصولوں کی روشنی میں

ڈاکٹر محمد ریاض

شعبۂ علوم اسلامیہ، جامعہ کراچی، کراچی

Abstract

Hazrat Muhammad(peace be upon him)is the last messenger of Allah who was sent for entire mankind.He was not restricted to the Arab domain only.To be a universal messenger and to preach the last message of Allah(SAW),The mode of communication must had to be unique impressive.Fundamental objectives of this article are:(1)Responsibility of Communicator,(2)Method of Communication.

Being the final messege of Allah it is responsibility of every muslim to preach the teaching of Quran to every soul of the world.

Writer in this article have tried to address the responsibility of a Communicator and modes of communication by Prophet Muhammad(Peace be upon him).These modes are the pillars that synchronize with the basic theory of mass communication. Preaching of Islam by Prophet Muhammad(Peace be upon him) and its evolution is studied in this article.

Key words:Islam,Communication,Communicator,Prophet Muhammad(Peace be upon him)

اسلام اور ابلاغ کے درمیان باہمی تعلق کا ایک طویل پس منظر ہے۔ یہ تعلق دراصل اس وقت قائم ہوا تھا جب پیغمبر اسلامؐ کو باقاعدہ اعلان نبوت کا حکم ملا اور اس حکم نامے میں دو نکات پوشیدہ تھے۔ (اول) مبلغ کے فرائض کا تعین، (دوئم) تبلیغی طریقہ کار کا اجرا۔ اسلام چونکہ اپنے آپ کو آفاقی دین کے طور پر متعارف کرانا چاہتا تھا اس لئے اولین قدم کے طور پر مبلغ کی شناخت بھی بیان کردی اور تبلیغ کا طریقہ کار بھی وضع کیا۔ تعجب کی بات نہیں اگر یہ کہا جائے کہ اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں ابلاغ کو ہمیشہ سے ایک لازمی امر کے طور پر دیکھا گیا ہے تو یہ غلط نہ ہوگا۔ چونکہ اسلامی تعلیمات ایک فرد، شہر یا ملک کیلئے مخصوص نہیں ہیں۔ اس کا پیغام آفاقی اور جغرافیائی حدود سے بالاتر ہے، لہٰذا اس کی آفاقیت کا تقاضا ہے کہ اسے حدود و قیود سے آزاد رکھ کر دنیا کے طول و عرض تک پہنچایا جائے تاکہ وہ دنیا کی رہنمائی کر سکے۔ ابوالحسن ندوی (متوفی ۱۹۹۹ء) لکھتے ہیں:

''اس[اسلام] میں اللہ تعالیٰ نے یہ صلاحیت رکھی ہے کہ وہ ہر حال میں دنیا کی رہنمائی کر سکے اور ہر منزل میں تغیر پذیر انسانیت کا ساتھ دے سکے۔ وہ کسی خاص عہد کی تہذیب یا کسی خاص دور کا فن تعمیر نہیں ہے جو اس دور کی یادگاروں کے اندر محفوظ ہو اور اپنی زندگی کھو چکا ہو، بلکہ ایک زندہ دین ہے علیم وحکیم صانع کی صنعت کا بہترین نمونہ ہے۔''(۱)

کسی بھی مذہب خاص طور پر اسلام جو پوری دنیا کیلئے اصلاحی قانون لے کر آیا ہے اس کی نشر واشاعت، تبلیغ وترغیب صرف تحریر وتقریر کے ذریعے ناممکن ہے۔ آج کے دور میں چند محدود سامعین اور قارئین کو مرکزِ نگاہ بنا کر یہ سمجھ لینا کہ دین کی تبلیغ مکمل ہوئی تو یہ اسلام کے اس دعویٰ ''ساری کائنات میں کلمہ حق پہنچانا'' کے بالکل خلاف نظر آئے گا۔ اس سلسلے میں جس بنیادی طریقہ کار کی طرف اسلام نے رہنمائی کی ہے وہ دعوت وتبلیغ ہے۔ اسلام کی دعوت یہ ہے کہ لوگ تمام باطل معبودوں کی عبادت چھوڑ کر ایک خدائے واحد کی عبادت کریں۔ دل ودماغ پر خدائی قانون کے علاوہ کسی اور قانون کی حکومت نہ ہو۔ فطرت جو انسان کی اصل بنیاد ہے، اس کی طرف پھر سے رجوع کریں کیونکہ اسلام اور فطرت دونوں کا تعلق ازلی وابدی ہے۔ اسلام آغاز میں جو پیغام لے کر چلا تھا اس کا دائرہ کار اگرچہ ایک خاص جغرافیائی خطے تک محدود تھا، البتہ اس کی وسعت تمام عالم کیلئے تھی۔ لہٰذا اسلام کے اس عالمگیر کردار کے تناظر میں اُن مناہج کو اسلامی تعلیمات کی ترسیل کیلئے استعمال کیا گیا جو تمام کے تمام رائج الوقت اور اپنے زمانے کے حساب سے سریع الاثر تھے۔ ماضی کی نسبت آج کی دنیا معاملہ فہم اور حقیقت شناس ہو چکی ہے۔ علم وتعلّم کی وسعت نے جہاں ایک طرف انسان کو متحیر کر دیا ہے وہیں دوسری طرف جو بدبختیاں ایک مختصر سے دائرے میں محدود تھیں آج وسیع سے وسیع تر ہو کر دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل گئیں ہیں۔ افراط وتفریط، تضادات وخرافات، اِتہام والزام (پروپیگنڈہ) جیسے نفرت انگیز امور معمولاتِ زندگی میں شمار ہونے لگے ہیں۔ صرف اسلام ہی ایک ایسا دین ہے جو ان تمام خرافات کا مقابلہ عقلی ومنطقی بنیادوں پر کر سکتا ہے۔ فطرتاً انسان کی پوری زندگی بھی اسلام کے اردگرد ہی گھومتی ہے، لہٰذا فلاحِ انسانیت وفلاحِ معاشرت کا بہتر راستہ اسلام کے سوا کون مہیا کر سکتا ہے۔ ایرانی عالم ومفکر مجتبیٰ لاری (متوفی ۲۰۱۳ء) کہتے ہیں:

اسلام يك تئوری خيالی در عالم تصورات نيست و نيامده است روشهای زندگی را تصحيح كند بلكه خود موجد زندگی بر معنا بوده و فرهنگ جامع الاطراف آن دارای امتياز تحرك و سازندگی است و تنها سيستم زنده ای است كه دربارۂ زندگی، طرزِ فكر جامعی دارد (۲)

''اسلام انسانی روشِ زندگی کی تصحیح کرنے کیلئے نہیں بلکہ خود ایک پُرمعنی زندگی کا موجد بن کر آیا ہے۔ یہ ایسا نظام ہے جو جامع ہونے کے ساتھ متحرک بھی ہے۔ اسلام تنہا وہ نظام ہے جو زندگی کے بارے میں جامع طرزِ فکر رکھتا ہے۔''

اس دعویٰ کے ضمن میں کہ اسلام ایک آفاقی دین ہے جو متحرک ہونے کے ساتھ ساتھ زندگی کے تمام شعبہ جات کیلئے کامل

ترین ہے، یہاں یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ اسلام کی حرکیات کے پس پردہ تبلیغی پہلو ہی تھا جو جامع ترین تعلیمات کی تشریح وتوضیح اور نشر واشاعت کا موجب بنا۔طویل فلسفیانہ تعبیرات وتشریحات کے برعکس اسلام کا تبلیغی پہلو مختصر کلمات اور عملی جدوجہد پر مبنی تھا۔مختصر اور جامع کلمات کی تبلیغی مثال قرآن کی رو سے ''اقرأ'' اور پیغمبر اسلام ﷺ کی زبان میں ''لا الہ الا اللہ'' کی صورت میں نظر آئی۔اول الذکر کلمہ کے مخاطب پیغمبر اسلام ﷺ تھے جبکہ ثانی الذکر کلمے کے مخاطبین دنیا کے تمام انسان تھے۔ایک میں علم وتعلّم کی ترغیب و تشویق تھی اور دوسرے کلمے کو اولین قدم کے طور پر فلاحِ انسانیت کا موجب قرار دیا گیا۔

مضبوط نظریات وافکار کی روشنی میں یہ اسلام کا اولین فریضہ ہے کہ وہ ساری دنیا کو نجات عطا کرے اور ہر شخص تک کلمہ حق پہنچائے۔اس نظریئے کی بنیاد اس وقت پڑ گئی تھی جب آمدورفت، خط وکتابت، تعلیم وتعلّم، اخبار ورسائل جیسے ذرائع انتہائی محدود تھے۔اس کے باوجود اسلام کا یہ دعویٰ معنی خیز اور ثمر آور ثابت ہوا اور مختصر سی مدت میں اس کی تعلیمات دنیا کے طول وعرض تک پھیل گئیں۔محض ۲۳ برس کے عرصے میں دین اسلام عرب کی حدود سے نکل کر ایک طرف افریقہ کے دور دراز علاقوں تک پھیل گیا اور دوسری طرف مشرق اور مغرب کی سرحدیں بھی چھو لی۔حالانکہ اس سے بیشتر اسلام کے پیش رو مذاہب جیسے دین ابراہیمی، دین مسیحی اور یہودیت طویل دورانیہ ملنے کے باوجود اس قسم کی کامیابی حاصل نہیں کر سکے تھے۔یہاں پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ ذرائع آمدورفت اور رسل رسائل کی شدید کمی کے باوجود مختصر سی مدت میں اسلام نے کیسے اتنی بڑی کامیابی حاصل کی؟ جبکہ اس وقت باضابطہ طور پر نہ اخبار کا وجود تھا اور نہ ہی جدید دنیا کی طرح ذرائع ابلاغ کی سہولتیں میسر تھیں۔میلے، بازار، نجی محافل، عبادت گاہیں اور روبرو ملاقات کے علاوہ کوئی سریع الاثر ذریعہ بھی نہیں تھا۔اس متحیر کن سوال کا جواب ہمیں دو مختلف پہلوؤں سے تلاش کرنا ہوگا:

☆ پیغمبر اسلام ﷺ کی وسیع ترین جدوجہد ☆ قرآن مجید کے مسحور کن اثرات ومعجزات

☆ پیغمبر اسلام ﷺ کی وسیع ترین جدوجہد

پیغمبر اسلام ﷺ کی حیات طیبہ کا جائزہ لیں تو آپ ﷺ کی زندگی دو حصوں میں منقسم نظر آتی ہے۔ایک حصہ وہ ہے جو بعثت سے قبل کی زندگی سے تعلق رکھتا ہے۔اس پورے دور میں جس کا عرصہ کم وبیش چالیس سال پر محیط ہے، آپ ﷺ کا ابلاغی کردار خاموشی پر مبنی تھا۔آپ ﷺ نے صداقت، امانت، شجاعت، قضا اور دیگر تمام امور میں اہم ترین فرائض انجام دیئے۔ آپ ﷺ کی سیرت کا یہ گوشہ بہت ہی موثر اور قابل رسوخ دیکھا گیا۔تجدید دین کے باضابطہ اعلان سے قبل عرب آپ ﷺ کی عملی زندگی کا ہر پہلو قریب سے جانتے تھے اور آپ ﷺ کی ذات امانتوں کی محافظ کے طور پر مشہور تھی۔طرہ امتیاز یہ تھا کہ صادق اور امین جیسے القابات اس خاموش اور سب سے زیادہ موثر تبلیغی عمل کے نتیجے میں تفویض کئے گئے۔یہاں تک کہ پیغمبر اسلام ﷺ کو ان کے اجتماعی فیصلوں میں بھی کلیدی کردار حاصل تھا۔منہدم کعبہ کی دوبارہ تعمیر کے دوران حجر اسود مطلوبہ جگہ رکھنے کا قضیہ اس نوع کی بہترین مثال ہے۔(۳) دوسرا حصہ باضابطہ اعلان رسالت کے بعد شروع ہوا۔اگرچہ اس حصے کا دورانیہ محدود ہے لیکن تبلیغ اور نشر واشاعت کا جو نظارہ اس دور میں دیکھا گیا اس کی مثال ماضی میں کوئی پیش کر سکا اور نہ ہی آئندہ دنیا میں کوئی پیش کر سکے گا۔تبلیغ کا یہ دورانیہ ایک طرح سے مصیبتوں اور تکلیفوں کا بھی تھا۔شدید ترین مخالفتیں ایک طرف اسلام کی راہ میں حائل تھیں اور دوسری طرف پیغمبر اسلام

ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھی دین مبین کی ہر آن توضیح وتشریح اورابلاغ کرتے نظر آئے۔

☆ قرآن مجید کے مسحور کن اثرات ومعجزات

قرآن مجید قریش کیلئے ایک نئی اور حیرت انگیز چیز تھی۔فصاحت و بلاغت میں انفرادی خصوصیت کے باوجود کلام عظیم کی باریک بینی ان کی سمجھ سے بالاتر نظر آئی۔باوجود کہ خود قرآن نے مجادلے کا اعلان کیا کہ:''تم اگر کر سکتے ہو تو ذرا اس کی ایک مثل پیش کرو۔''(۴) اپنی انفرادی خصوصیت (فصاحت و بلاغت) کے بل بوتے پر وہ قرآن کے اس مجادلے کو قبول کرتے، ہم دیکھتے ہیں کہ قریش کے سر کردہ رہنماء اظہار تعجب کرتے نظر آئے اور حیرت واستعجاب کی کیفیت میں اپنی کمتری کا اعتراف کیا۔اس کلام عظیم کے تاثر کا ہی کمال تھا کہ قریش کا مخالف سے مخالف شخص بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔معروف مستشرق کیرن آرامسٹرانگ کہتی ہیں:

> Some stories show powerful Qurayshis who remained steadfastly with the opposition being visibly shaken when they listened to a sura. It is as though Muhammad had created an entirely new literary form that some people were not ready for but which thrilled others. Without this experience of the Koran, it is extremely unlikely that Islam would have taken root. We have seen that it took the ancient Israelites some seven hundred years to break with their old religious allegiances and accept monotheism but Muhammad managed to help the Arabs achieve this difficult transition in a mere twenty-three years.(5)

کچھ روایات سے پتہ چلتا ہے کہ شدید ترین مخالف افراد (قریشی) بھی اگر قرآن مجید کی کوئی سورہ سنتے تو لرز کر رہ جاتے۔یہ (قرآن ان کیلئے) ایک نئی تحریر تھی جس نے لوگوں کو اندر سے ہلا کر رکھ دیا تھا یہی وجہ ہے کہ اسلام کی کامیابی میں قرآن کے مسحور کن اثرات اور معجزات نے کافی اہم کردار ادا کیا۔جبکہ بنی اسرائیل کو اپنے پرانے مذہب مذاہب سے ناطہ توڑنے اور وحدانیت قبول کرنے میں کوئی سات سو برس لگے تھے لیکن پیغمبر اسلام ﷺ نے یہ کام فقط ۲۳ برس میں کر دکھایا۔

دوسرا پہلو ہمیں قبل از اسلام، تاریخ کے اوراق سے ڈھونڈنا ہوگا۔اسلام کی آمد سے قبل جب ہم عرب معاشرے کی طرف نظر کرتے ہیں تو چار چیزیں واضح نظر آتی ہیں۔

پہلی چیز یہ تھی کہ وہ اپنی ذات سے حد درجہ لا پرواہ تھے۔بدکاری، دنگا فساد، جھگڑے اور باہمی نفاق اُن کا وطیرہ تھا۔لیکن اِن تمام تر خرابیوں کے باوجود عرب معاشرے میں جاننے کی جستجو، کچھ پانے کی خواہش، کچھ نئی دریافت کی تڑپ تھی۔چند نمایاں افراد نے باقاعدہ دل میں ٹھان لی کہ وہ دین کی تلاش میں کمر بستہ ہو جائیں گے۔چنانچہ قریش کی چار معتبر شخصیات جیسے ورقہ بن نوفل، عثمان بن الحویرث، زید بن عمرو بن نفیل اور عبیداللہ بن جحش نے ایک اجلاس میں بت پرستی سے بے زاری کا اظہار کیا اور دین ابراہیمی پر عمل کرنے کا عہد کیا۔

دوسری چیز جو اس وقت عرب ماحول میں عام تھی وہ کہانت تھی۔کاہنوں اور ستارہ شناسوں نے قبل از نبوت یہ پیشگوئی

کر رکھی تھی کہ عنقریب عرب میں ایک نبی ظہور کرے گا اور اس کی حکومت قائم ہوگی۔ اگر چہ اس پیشگوئی کا تعلق باخبر اور شرفائے عرب سے ہی تھا تاہم اس بات سے بھی انکار ممکن نہیں کہ بعد از بعثت یہی افراد سب سے زیادہ اسلام کے مخالف نظر آئے اور جن لوگوں کو معاشرے میں کوئی مقام حاصل نہ تھا وہ سب سے زیادہ اسلام کے دلدادہ نظر آئے۔

تیسری چیز اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کی بشارتیں تھیں۔ وہ لوگوں کو نئے نبی کی آمد کی خوشخبری دیتے تھے۔ باوجود کہ مکہ میں اہل کتاب کی تعداد شاذ و نادر ہی تھی لیکن اس کے باوجود قریش اپنے اڑوس پڑوس کے اہل کتاب کے علماء سے سنتے تھے کہ جس نبی کا ظہور ہونے والا ہے اس کا ابتدائی مسکن مکۃ المکرّمہ ہوگا۔

چوتھی چیز اللہ تعالیٰ کی خاص نشانیاں تھیں جو وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتی رہیں اور عرب اذہان کی تبدیلی کا سبب بنیں۔ ان نشانیوں میں سے ایک اصحاب فیل کا واقعہ تھا۔ بھاری بھرکم لشکر جب مکہ پر حملہ آور ہوا تو کسی میں اتنی طاقت نہ تھی کہ وہ خانہ خدا کو بچا سکے۔ مکے کی پوری آبادی غاروں میں پناہ لینے لگی۔ لیکن جب خدائی فوج (ابابیل) نے ابرہہ کے لشکر کو تہس نہس کر دیا تو عرب میں ایک اور فکری تبدیلی کا آغاز ہوا۔(۶)

مندرجہ بالا وجوہات نے عرب اذہان کو کافی تربیت یافتہ بنا دیا اور پیغمبر اسلام ﷺ کی بعثت ان اذہان کی پختگی و بالیدگی کا حتمی نتیجہ بنی۔ پیغمبر اسلام ﷺ کی بعثت کا جب اعلان ہوا تو پُرخطر حالات اور ہزار مخالفتوں کے باوجود عرب میں مذہبی تبدیلی کا ماحول پیدا ہو چکا تھا۔ لوگ نئے ادیان کی تلاش میں سرگرداں تھے۔ جیسے ہی آپ ﷺ کی طرف سے اعلان رسالت ہوا، تیار شدہ اذہان اس نئے دین کی طرف راغب نظر آئے۔ مکہ کی تیرہ اور مدینے کی دس سالہ زندگی کا یہ مختصر دورانیہ اتنا پراثر اور جاذب نظر آیا کہ مخالف سے مخالف تر شخص بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

اس مختصر سی تمہید کے بعد ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اسلام اور ابلاغیات کے اُس مربوط تعلق کو بیان کیا جائے جس پر مقالہ ہذا کا دار و مدار ہے۔ مورخین نے اسلام اور ابلاغیات کے اولین پس منظر کو یوں بیان کیا ہے: پیغمبر اسلام ﷺ اپنی زندگی کی چالیس بہاریں دیکھ چکے تھے۔ غور و فکر اور عبادت خدا کے سوا کسی اور کام کی طرف آپ ﷺ کا ملتفت نہ ہونا تسلسل کے ساتھ جاری تھا۔ غارِ حرا (جو اسلامی تاریخ کی پہلی عبادت گاہ ہے) میں حسبِ معمول عبادت خدا انجام دینے کے بعد آپ ﷺ گھر واپس لوٹ رہے تھے کہ سامنے ہی جبرئیل امین کھڑے نظر آئے۔ آپ ﷺ کو سلام کرنے کے بعد کہا ''اقرأ'' پڑھیے۔ آپ ﷺ نے کہا کہ مجھے پڑھنا نہیں آتا۔ جبرئیل امین نے تین دفعہ اس جملے (اقرأ) کو تکرار کرنے کے بعد آپ ﷺ کو اپنے سینے سے لگایا اور یہ آیت تلاوت فرمائی ''اقرأ باسم ربك الذی خلق''(۷) ''اپنے پروردگار کے نام سے پڑھیے جس نے آپ کو خلق کیا۔'' وحی کی یہ ابتدائی شکل ابلاغی عمل کی بنیاد قرار پائی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اس ابتدائی ابلاغی کیفیت میں دو افراد (جبرئیل امین اور پیغمبر اسلام ﷺ) باہم ایک دوسرے سے ہم کلام ہیں۔ ایک پیغام رسانی پر معمور ہے جبکہ دوسرا اس پیغام کی ظرفیت کا موجب بن رہا ہے۔ جبکہ ایک تیسری قوت (خدا کی ذات) پس پردہ اس ابلاغی عمل کی نگرانی کر رہی ہے۔ گویا ابتداء سے ہی اسلام میں پیغام رسانی کا ایک ایسا معیار مرتب کیا گیا جو انسان کی فطرت اور خلقت کے عین مطابق ترتیب پا سکے۔ بعد ازاں اس معیار کو اسلامی مبادیاتی ابلاغ کے طور پر متعارف کرایا

گیا۔ یہ ابلاغی کیفیت ایک ایسی روش قرار پائی جسے تمام انبیاء علیہم السلام نے اختیار کیا تھا۔ اسلام، جو خاتم ادیان اور بھرپور صلاحیتوں کا حامل دین بننے جارہا تھا، میں اس عمل (ابلاغ) سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنے کا ہدف متعین کیا گیا اور اس راستہ کا اپنانا مسلمانوں پر واجب قرار دیا گیا تاکہ دین کی نشر و اشاعت میں کوتاہی کا پہلو نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے متعین کردہ رسول (جبرئیل امین) اسلامی تاریخ کا پہلا صحافی متعارف ہوا۔ حالانکہ یہ عظیم فرشتہ ماسبق انبیاء کے پاس بھی پیغام الٰہی لے کر آیا کرتا تھا لیکن چونکہ پیغمبر اسلامؐ کی نبوت اختتامی تھی لہٰذا معاملے کی سنگینی کا تقاضا تھا کہ پیغام درست اور تربیتی انداز میں پہنچایا جائے، اس لئے باقاعدہ پیغام کی ترسیل سے قبل جبرئیل امین نے متعدد مقامات پر پیغمبر اسلام ﷺ سے خود کا تعارف کرایا، اپنی آواز سنائی بعدازاں جب پوری طرح باہمی تعارف ہوا تب اپنے آپ کو ظاہر کر کے الٰہی پیغام پیغمبر اسلام ﷺ تک پہنچایا۔ اس اولین ابلاغی ماحول میں جہاں ایک طرف پیغمبر اسلام ﷺ کی تربیت مقصود تھی وہیں دوسری طرف الٰہی دین کو پھر سے حیات نو بخشنے کی بنیاد بھی پڑ گئی۔ یہ غور طلب بات ہے کہ آغاز میں خداوند کریم اور پیغمبر اسلام ﷺ کے درمیان باہمی تعلق تین جزئیات پر استوار رہا جو اسلام اور ابلاغیات کے باہمی ربط کی ایک اور ترقی یافتہ شکل تھی: اشارۂ مخفی، جسے وحی سے تعبیر کیا جاتا ہے، کلامِ مخفی، بغیر کسی کو دیکھے ہوئے آواز کا سنائی دینا، جسمِ جلی، کسی فرشتے کا جسمانی طور پر ظاہر ہونا۔

یہ تینوں صورتیں اسلام اور ابلاغیات کے مضبوط تعلق کو ظاہر کرتی ہیں۔ براہ راست وحی کا نزول ابلاغ کی اولین منزل ہے۔ پس پردہ بات چیت ابلاغی عمل کی مزید ترقی کی جانب اشارہ ہے جبکہ فرشتے کا نزول ابلاغی عمل کی وسعت اور اس کی ترسیل کی تشریح ہے۔ یہاں پر یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ فرشتہ صرف واسطہ ابلاغ ہوتا ہے اور استاد یا معلّم نہیں ہوتا۔ انسانیت کی اشرفیت اور افضلیت کی بہترین دلیل ہے کہ فرشتہ اس کی خدمت میں الٰہی پیغام لے کر آتا ہے اور خود پیغام کا حامل یا ذمہ دار نہیں ہوتا۔ اصل میں اللہ تعالیٰ کی ذات اور نبی مرسل کے درمیان باہمی تعلق ہی ابلاغی کیفیت کی تکمیلی صورت ہے۔ فرشتہ تو صرف ایک ذریعہ ہے۔ اس کے ذمہ صرف اتنی خدمت عائد ہے کہ وہ مطلوبہ پیغام کی ترسیل پوری دیانتداری کے ساتھ زمین پر موجود نمائندے تک کر دے۔
اب جبکہ خدا اور بندے کے درمیان پیغام رسانی کا اولین مرحلہ طے پاچکا تھا۔ پیغمبر اسلام اس عظیم ذمہ داری کو لے کر گھر لوٹے۔ جبرئیل امین سے پیغام الٰہی وصول کرنے کے بعد پہلی شخصیت جس سے پیغمبر اسلام ﷺ کی ملاقات ہوئی وہ ام المومنین حضرت خدیجہؓ تھیں۔ یہ بیان کرنے کا اہم نکتہ ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ کے بعد حضرت خدیجہؓ ہی وہ پہلی شخصیت تھیں جو وحی الٰہی (اسلامی ابلاغیات) کی رازداں قرار پائیں۔ آپ ﷺ نے ان تمام کیفیات کو جو جبرئیل امین سے گفتگو کے دوران طاری ہوئی تھیں، حضرت خدیجہؓ کے سامنے بیان کر دیا۔ یہ ابلاغیات کا جاندار ترین اثر تھا یا اُم المومنین کی بصیرت، تمام گفتگو سننے کے بعد، بجائے شک و تردد کا اظہار کرتیں، تین جملوں میں (کہ آپ ﷺ کو خوشخبری ہو، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں خدیجہ کی جان ہے، بے شک تم اس امت کے رسول ہو) اپنے قلبی جذبات کا اظہار کیا۔ (۸) فرد سے فرد تک براہِ راست ابلاغیات کے باقاعدہ آغاز کے بعد اسلام کی ہمہ جہت تاثیر کیلئے مزید اہداف متعین کئے گئے یعنی انفرادیت سے نکل کر اجتماعیت کی طرف متوجہ ہونے کا راستہ ڈھونڈا گیا۔ اس سلسلے میں اسلام کے بانی کیلئے ضروری تھا کہ وہ منظم طریقے سے کئی ایک اہداف متعین کریں تاکہ الٰہی پیغام کی

ترسیل میں کسی قسم کی کوتاہی یا کمزوری کا شائبہ نہ ہو۔ تاریخ کے اوراق پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام اور ابلاغیات کے باہمی ربط کا آغاز جو انفرادیت سے ہوا تھا اب وہ ربط اجتماعیت کی شکل اختیار کرتے ہوئے چار مختلف مراحل میں داخل ہو چکا تھا:

خفیہ تبلیغ

پیغمبر اسلام ﷺ نے اس مرحلے میں فرداً فرداً اسلام کی بنیادی تعلیمات پہنچانے کا عمل پیش نگاہ رکھا۔ ایک طرح سے یہ عمل بالکل ہی خفیہ انداز میں شروع کیا گیا جس کا مقصد مشرکین قریش کی ستم ظریفوں سے محفوظ رہنا تھا۔ اس دوران پیغمبر اسلام ﷺ باصلاحیت افراد سے ملاقات کر کے ان کو دین اسلام کی دعوت دیتے تھے۔ تین سال تک خفیہ تبلیغ کا دور چلا۔ مشرکین مکہ اگرچہ پیغمبر اسلام ﷺ کے اس ابلاغی طریقہ کار سے کسی حد تک آگاہ تھے لیکن وہ اس خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ یہ خفیہ دعوت کسی بڑے انقلاب کا پیش خیمہ ثابت نہیں ہوگی۔ لہٰذا اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے پیغمبر اسلام ﷺ نے نہ صرف ابلاغی فرائض کی تکمیل کی بلکہ اپنے ساتھیوں (مبلغین) کے کردار اور شخصیت سازی پر خصوصی توجہ دی۔

عزیز و اقارب کو دعوت

اس دعوت کا پس منظر یوں بیان کیا گیا ہے کہ جب خداوند عالم کی طرف سے یہ حکم نازل ہوا: وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ''اے پیغمبر ﷺ! آپ اپنے قریبی عزیزوں کو ڈرائیے۔'' اس آیت کے نازل ہونے پر پیغمبر اسلام ﷺ نے دعوت کا اہتمام کیا جس میں کم و بیش چالیس افراد جمع ہوئے۔ کھانا کم تھا اور عام طور سے اتنا کم کھانا بڑے مجمع کیلئے ناکافی تھا۔ لیکن سب نے سیر ہو کر کھایا۔ ابولہب نے کہا: ''اس نے تم پر جادو کر دیا ہے'' یہ بات سن کر سارا مجمع پیغمبر ﷺ کی بات سننے سے کنارہ کش ہو گیا اور پیغمبر ﷺ نے بھی کوئی بات نہیں کہی اور مجلس کسی نتیجہ پر پہنچے بغیر تمام ہوگئی۔ دوسرے دن پھر کھانے کا اہتمام ہوا۔ اس مرتبہ بھی ابولہب نے گذشتہ رات والی گستاخی دہرائی اور پیغمبر اسلام ﷺ اپنی بات نہ کہہ سکے۔ تیسرے دن پھر کھانے کا اہتمام ہوا۔ کھانے کے فوراً بعد ہی پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا: ''عرب کے درمیان کوئی ایسا نہیں ہے جو مجھ سے بہتر چیز تمہارے لئے لے کر آیا ہو میں دنیا اور آخرت کی بھلائی اور نیکی تمہارے لئے لیکر آیا ہوں خدا نے حکم دیا ہے کہ تم کو اس کی جانب دعوت دوں...(۹)

پیغمبر اسلام ﷺ کی یہ گفتگو دراصل اسلام کے اُس عمومی ہدف کی نشاندہی کرتی ہے جس نے آگے چل کر اسلام کو ایک بہت بڑے تبلیغی مذہب کے طور پر متعارف کرانا تھا۔ جیسا کہ بعد کے حالات و واقعات اس دعویٰ کی بھرپور تائید کرتے ہیں۔ تبلیغات و ترسیلات ہی اسلام کے پھیلاؤ کا سبب بنی اور ان دونوں کے باہمی تعلق کا نمایاں پہلو بھی ظاہر ہوا۔

اسلامی ابلاغیات کا عام اعلان

تیسرے مرحلے کا آغاز اللہ کی طرف سے اس فرمان کے اجراء کے بعد ہوا: فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ o اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ (۱۰) ''پس آپ ﷺ اس بات کا واضح اعلان کریں جس کا حکم دیا گیا ہے اور مشرکین سے کنارہ کش ہو جائیں، ہم ان استہزاء کرنے والوں کیلئے کافی ہیں۔'' اس آیت کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے پیغمبر اسلام ﷺ کو دعوت عام کرنے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ آپ ﷺ کوہِ صفا پر تشریف لے گئے اور ''یَا صَبَاحَا'' (عرب اپنے قبیلے والوں کو کسی بڑے خطرے

مثلاً جنگ وغیرہ سے باخبر کرنے کیلئے اس لفظ کو استعمال کرتے تھے) کی آواز لگا کر لوگوں کو اکٹھا کیا، جب لوگوں کی ایک بڑی تعداد آپ ﷺ کے گرد جمع ہوگئی تو آپ ﷺ نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا:

''اے لوگو! اگر میں تم سے یہ کہوں کہ تمہارا دشمن اس پہاڑ کے پیچھے تمہاری گھات میں بیٹھا ہے تو کیا تم میری اس بات کو مانو گے؟ سب نے کہا ہاں ہم آپ کی بات مانیں گے کیونکہ ہم نے آپ کو کبھی جھوٹ بولتے نہیں سنا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اے قریش والو میں تمہیں اس دردناک عذاب سے ڈراتا ہوں جو تمہارے سامنے آنے والا ہے۔'' (۱۱)

عالمی ابلاغیات کا آغاز

شروع کے تینوں مراحل مکی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کا دورانیہ نبوت کے تیرھویں سال تک رہا۔ جبکہ عالمی ابلاغیات کا تعلق مدنی زندگی سے ہے۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے مکہ میں قیام کے دوران اور اس کے بعد ہجرت کے چند سال بعد تک، اسلام کو جزیرہ نمائے عرب سے باہر پھیلانے کے لئے کوئی قدم نہیں اٹھایا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ مشرکین مکہ، یہودیوں اور دوسرے دشمنان دین کی ریشہ دوانیوں نے آپ کو اس کا موقع ہی نہیں دیا تھا۔ لیکن جب صلح حدیبیہ کے بعد اسلام کے سامنے سے قریش کے تمام حملوں کے خطرات ٹل گئے اور آپ ﷺ کو مدینہ میں نسبتاً سکون اور اطمینان حاصل ہوا تو آپ ﷺ نے ذی الحجہ ۶ ھ یا محرم ۷ ھ میں اس دور کے اہم بادشاہوں کو خطوط لکھے جن میں ان کو اسلام کی طرف دعوت دی۔ اسلامی تاریخ میں یہ عالمی ابلاغ کا باقاعدہ آغاز تھا۔

نمایاں طور پر اسلامی ذرائع ابلاغ کا تشخیصی عمل اُس وقت شروع ہوا جب پیغمبر اسلام ﷺ نے کوہِ صفا پر کھڑے ہو کر پہلی بار لوگوں کو مخاطب کیا۔ مورخین نے کئی جہات سے اس تبلیغی روش کا تذکرہ کیا ہے۔ محمد ابن سعد (متوفی ۲۳۰ ھ) لکھتے ہیں:

"لما أنزلت "وأنذر عشيرتك الأقربين" صعد رسول اللهؐ على الصفا فقال يا معشر قريش فقالت قريش محمدؐ على الصفا يهتف فأقبلوا واجتمعوا فقالوا مالك يا محمدؐ أرأيتم لو أخبرتكم أن خيلا بسفح هذا الجبل أكنتم تصدقونني قالوا نعم أنت عندنا غير متهم وما جربنا عليك كذبا قط قال فاني نذير لكم بين يدى عذاب شديد يا بنى عبدالمطلب، يا بنى عبدمناف، يا بنى زهرة حتى عدد الافخاذ من قريش ان الله أمرنى أن أنذر عشيرتى الأقربين و انى لا أملك لكم من الدنيا منفعة ولا من الآخره نصيبا الا أن تقولوا "لا اله الا الله" (۱۲)

جب یہ آیت ''وأنذر عشيرتك الأقربين'' (اور اپنے قرابت داروں کو ڈرائیے) نازل کی گئی تو رسول اللہ ﷺ کوہ صفا پر چڑھ گئے اور فرمایا:

''اے گروہ قریش، قریش نے کہا محمد ﷺ کوہِ صفا پر چڑھ کر پکارتے ہیں۔ سب لوگ جمع ہو گئے اور کہا کہ اے محمد ﷺ آپ کو کیا ہوا ہے؟ فرمایا کہ اگر میں تمہیں یہ خبر دوں کہ ایک لشکر اس پہاڑ کی جڑ میں ہے تو کیا تم لوگ میری تصدیق کرو گے؟ لوگوں نے کہا جی ہاں، آپ ﷺ ہمارے نزدیک غیر مہتم ہیں اور ہم نے

کبھی آپ ﷺ کے کذب کا تجربہ نہیں کیا۔ آپ ﷺ نے کہا: میں ایک عذابِ شدید سے تمہیں ڈرانے والا ہوں ۔اے بنی عبدالمطلب ،اے بنی عبدمناف ،اے بنی زہرہ ، یہاں تک کہ آپ ﷺ نے قریش کی تمام شاخوں کو گن ڈالا ،اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنے سب سے زیادہ قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤں اور میں نہ تو دنیا کی تمہاری کسی منفعت پر قادر ہوں اور نہ آخرت کے کسی حصہ پر، ماسوائے اس کے کہ تم لا الٰہ الا اللہ کہو۔''

ابن الاثیر (متوفی ۶۳۰ھ) لکھتے ہیں:

لما نزلت "وأنذر عشيرتك الأقربين" خرج رسول الله فصعد على الصفا فهتف يا صباحاه فاجتمعوا اليه فقال يا بنى فلان يا بنى فلان يا بنى عبدالمطلب يا بنى عبد مناف فاجتمعوا اليه فقال أرأيتكم لو أخبرتكم أن حبلا تخرج بسفح الجبل أكنتم مصدقى قالوا نعم ما جربنا عليك كذبا قال فانى نذير لكم بين يدى عذاب شديد(۱۳)

جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آیت ''وأنذر عشيرتك الأقربين ''(اور اپنے قرابت داروں کو ڈراؤ) نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ کوہِ صفا پر تشریف لے گئے اور لوگوں کو بآواز بلند پکارا:

''اے بنی فلاں، اے بنی فلاں، اے بنی عبدالمطلب ، اے بنی عبدمناف اگر میں تم سے کہوں کہ اس پہاڑ کے عقب میں دشمن جمع ہو گئے ہیں اور تم پر حملہ کرنے والے ہیں تو بتاؤ کہ کیا تم میری اس اطلاع کو درست سمجھو گے؟ سب نے کہا ہاں ہم نے آپ کو جھوٹ بولتے نہیں دیکھا۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا: تو پھر سمجھ لو کہ میرے پاس تمہارے لئے سخت عذاب کی اطلاع ہے۔''

امام بخاری (متوفی ۲۵۶ھ) اپنی صحیح میں لکھتے ہیں:

لما نزلت "وانذرعشيرتك الاقربين" و رهطك منهم المخلصين خرج رسوالله ؐ حتىٰ صعدالصفا فهتف يا صباحاه فقالو هذا فاجتمعوا اليه فقال ارايتم ان اخبرتكم ان خيلاً تخرج من صفح هذا لجبل اكنتم مصدقى قالو ماجرين عليك كذبا فقال اِنى نذير لكم بين يدى عذاب شديد(۱۴)

''جب یہ آیت نازل ہوئی کہ اپنے قریب کے رشتہ داروں کو ڈرایئے اور ان میں جو مخلص گروہ ہے اسے بھی ڈرایئے تو آنحضرت ﷺ نکلے اور صفا کی پہاڑی پر چڑھ کر پکارے، یا صباحاہ! لوگوں نے کہا یہ کون مدد کیلئے پکار رہا ہے اور آپ ﷺ کے پاس جمع ہو گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر میں یہ کہوں کہ ایک فوج پہاڑی کے اس جانب سے تم پر حملہ آور ہوا چاہتی ہے تو کیا میرا کہنا باور کرو گے۔ حاضرین نے کہا آپ ﷺ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا (اس لئے آپ کی بات کیوں نہ مانیں گے) آپ ﷺ نے فرمایا میں

ایک سخت عذاب سے پیشتر تمہیں ڈرانے والا ہوں۔''

قریش کا طریقہ یہ تھا کہ جب کوئی اہم بات کہنا منظور ہو اور ساری قوم کو متوجہ کرنا مقصود ہو تو کوہ صفا پر چڑھ کر ندا دیتے اور ساری قوم متوجہ ہو جاتی۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے اعلانیہ اسلام کی عمومی دعوت کیلئے یہی مروجہ طریقہ اختیار فرمایا۔ چنانچہ آپ ﷺ صفا پر تشریف لے گئے اور قوم کو دعوت دی اور اپنا پیغام سنایا۔ کوہ صفا کے علاوہ جبلِ نور، کوہِ ابوقبیس، مروہ اور دیگر پہاڑ بھی تھے ان کے بجائے کوہِ صفا کا انتخاب فرمایا۔ اپنے عمل سے اُمت کی رہنمائی فرمائی اور تعلیم دی کہ پیغام رسانی کیلئے وہ طریقہ اختیار کرنا چاہیے جو زیادہ لوگوں تک اپنی بات کو پہنچانے میں موثر اور کارآمد ہو۔ اس ابتدائی تبلیغ کی تین باتیں مقصود قرار پائیں۔

(الف) باطنی پاکیزگی کا اعلان — (ج) اور رائج الوقت تبلیغی ذرائع کا استعمال

(ب) لسانی صداقت کی توثیق — (د) اسلام اور ابلاغیات کے باہمی ربط کی نشاندہی

پیغمبر اسلام ﷺ اعلان نبوت سے قبل بھی عرب معاشرے میں ایک اہم مقام رکھتے تھے اور اہل مکہ آپ ﷺ کے کردار کی شرافت اور زبان کی سچائی کی وجہ سے آپ ﷺ کو صادق اور امین کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ وہ اپنے آپس کے معاملات اور مسائل کے حل کیلئے آپ ﷺ ہی سے رہنمائی لیتے تھے۔ جب آپ ﷺ نے تبلیغ شروع کی تو لوگ ایک ایسے شخص سے حق کی باتیں سن رہے تھے کہ جس کے بارے میں ان کا ایمان تھا کہ یہ شخص صداقت و امانت کے اعلیٰ مدارج پر فائز ہونے کے ساتھ ان کا ہمدرد بھی ہے۔ لہٰذا بہت سے لوگ آپ ﷺ کے اسی پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے اسلام کی طرف مائل نظر آئے۔ اس ابتدائی تبلیغ میں پیغمبر اسلام ﷺ نے پہلے اپنی صداقت کی توثیق کروائی کیونکہ قبل از اسلام آپ ﷺ قریش کے درمیان صادق مشہور تھے۔ اعلانیہ تبلیغ کا جب آغاز ہوا تو پیغمبر اسلام ﷺ نے اس امر کو زیادہ نمایاں کیا کہ: ''کیا تم میری بات پر یقین کرتے ہو؟'' لوگوں کی ایک بڑی تعداد وہاں موجود تھی۔ کسی فرد واحد کی طرف سے بھی اعتراض نہیں اٹھا بلکہ سب نے اعتراف کیا کہ آپ ﷺ جھوٹ نہیں کہتے۔ مورخین نے اس اجتماع کی تعداد نہیں لکھی ہے کہ اس میں کتنے لوگ جمع ہوئے تھے، البتہ پیغمبر اسلام ﷺ کی طرف سے فرداً فرداً قبائل قریش کا نام لینا ضرور کسی بڑے اجتماع کی طرف نشاندہی کرتا ہے۔ چونکہ دستور کے مطابق پیغمبر اسلام ﷺ نے اپنی بات کی ترسیل کیلئے اسی طریقہ کا انتخاب کیا تھا جو عام طور پر قریش اطلاع عام کیلئے استعمال کرتے تھے۔ ان اطلاعات میں کسی شخص کو پناہ دینا ہو تو کوہ صفا پر چڑھ کر اعلان کیا جاتا تھا کہ گواہ رہو میں نے فلاں کو پناہ دی ہے، خانہ کعبہ سے متعلق کوئی خبر ہو تو کوہِ صفا کو ترسیلی ذریعے کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا، دفاعی نقطۂ نگاہ سے کسی ہنگامی حالت کا اعلان کرنا ہو تو اسی نہج کو بروئے کار لایا جاتا تھا۔ جب پیغمبر اسلام ﷺ نے بھی اس نہج کو استعمال کیا تو قریش بلا تردد کوہِ صفا کے پاس جمع ہو گئے اور ہمہ تن گوش ہو گئے کہ دیکھئے یتیم عبداللہ (محمد ﷺ) کیا کہتے ہیں۔ قریش کے سامنے پیغمبر اسلام ﷺ کا بے داغ ماضی تھا۔ جن القابات سے وہ آپ ﷺ کو پہچانتے تھے، آپ ﷺ نے بطور دلیل انہی کو پیش کیا۔ جب تصدیق ہو گئی کہ واقعی آپ ﷺ کی ذات ایسی ہی ہے جیسے ماضی میں تھی تو آپ ﷺ نے ایک جملہ بیان فرمایا: ''کہ میں تمہیں ایک دردناک عذاب سے خبردار کر رہا ہوں۔'' پیغمبر اسلام ﷺ کی طرف سے کوہِ صفا پر چڑھ کر قریش کو مخاطب کرنا رائج الوقت ذرائع ابلاغ کا باقاعدہ استعمال اور اسلام و ابلاغ کے باہمی ربط کی ایک اور

نشاندہی تھی۔

مدینہ میں اسلامی ابلاغیات کی با قاعدہ بنیاد حضرت مصعب بن عمیر اور حضرت ام مکتوم نے رکھی۔ ان دونوں مبلغین کو بطور خاص پیغمبر اسلام ﷺ نے مدینہ بھیجا تھا تا کہ وہ اوس وخزرج اور دیگر قبائل کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کر سکیں۔ اسلامی تاریخ میں تحریری ابلاغ کی دوسری بڑی مثال مدینے والوں نے قائم کی۔ جب مدینے کے ہر گھر میں پیغمبر اسلام ﷺ کا چرچا ہونے لگا اور لوگ اسلامی تعلیمات کے بہت زیادہ شیدائی نظر آئے تو انہوں نے پیغمبر اسلام ﷺ کو خط تحریر کیا: 'ہمارے لئے مبلغ بھیجیں تا کہ وہ ہمیں قرآن اور اسلام کی تعلیم سے بہرہ مند کرے۔'' پیغمبر اسلام ﷺ نے مصعب بن عمیر کو بعنوان مبلغ مدینہ روانہ کیا تا کہ وہ مدینے والوں کو قرآن و اسلام کی تعلیم دیں اور اس کے ساتھ ہی پیغمبر اسلام ﷺ کو مدینہ والوں کے اسلام کی طرف مائل ہونے کی اطلاع بھی دیں۔(۱۵) حافظ ابن اثیر نے بھی اس واقعہ کو نقل کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

''موسم حج کے بعد اہل مدینہ نے پیغمبر اسلام ﷺ سے تقاضا کیا کہ ایک شخص کو ان کے شہر میں بھیجیں تا کہ وہ مدینہ کے لوگوں کو اسلام اور قرآن کی تعلیم دے۔ رسول خدا نے مصعب بن عمیر کو بھیجا۔''(۱۶)

اس سے قبل پیغمبر اسلام ﷺ نے حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے مسلمانوں جن کی سرپرستی حضرت جعفر بن ابی طالب کر رہے تھے، ان کے ہاتھ ایک خط حبشہ کے بادشاہ کے نام تحریر کیا تھا جس میں دعوت دین کے علاوہ مسلمانوں کی حفاظت کی تاکید کی تھی۔ اسلامی تاریخ میں یہ اولین تحریری ابلاغ (مطبوعہ صحافت) تھا۔

اسلام کی اوائل زندگی میں اس کی نشر و اشاعت اور عالمی تبلیغی مہم میں پیغمبر اسلام ﷺ کی ذات کے علاوہ دو افراد نے اہم کردار ادا کیا۔ ایک جعفر بن ابی طالب اور دوسری شخصیت حضرت مصعب بن عمیر، حضرت جعفر بن ابی طالب نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی الاصحم کے دربار میں اسلام کے مبادیات پر مشتمل ایک بھر پور تقریر کی۔ آپ کی تقریر کا ہی اثر تھا کہ نجاشی مسلمانوں کا ہمدرد بنا اور قریش کے ایلچیوں کے تحائف قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ حضرت مصعب بن عمیر کی تبلیغات نے مدینہ کے مسلمانوں کی تعلیم و تربیت اور اسلام سے آشنائی میں اہم کردار ادا کیا۔ آپ قرآن کی تعلیم کے ساتھ اوس وخزرج دونوں قبائل کی امامت بھی کرتے تھے اور جب ایک سال بعد بیعت عقبیٰ ثانیہ کے موقع پر اہل مدینہ کو لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو ان کا لقب ''مقری المدینہ'' یعنی معلم مدینہ مشہور تھا۔(۱۷) حضرت مصعب اسلام کی دعوت لے کر خود کوچہ کوچہ اور گلی گلی جاتے اور یہ انتظار نہیں فرماتے کہ لوگ خود چل کر ان کے پاس آئیں بلکہ آپ مختلف محلوں میں تشریف لے جاتے اور لوگوں تک اللہ کا پیغام پہنچاتے۔ حضرت مصعب بن عمیر کا پیغمبر اسلام ﷺ سے مسلسل رابطہ تھا اور آپ مکے سے ملنے والی ہدایت کے مطابق ہی تبلیغی فرائض انجام دیتے تھے۔

اسلام اور ابلاغیات کے درمیان باہمی اِرتباط کا سنہرا دور مدنی زندگی سے شروع ہوتا ہے۔ شبانہ روز قرآن مجید کے نزول نے مسلمانوں کو علم و تعلّم کی طرف بہت زیادہ راغب کر دیا۔ جبکہ قرآن کی کتابت کیلئے پیغمبر اسلام کی طرف سے باضابطہ لوگ متعین کئے گئے تھے۔ نماز پنجگانہ کے وعظ، نماز جمعہ کے خطبے، غزوات کی طرف روانگی سے قبل مجاہدین اسلام سے پیغمبر اسلام ﷺ کی تقاریر، اصحاب صفہ سے آپ ؐ کی تبلیغی نشستیں، وحی الٰہی کی تعلیم کے سلسلے میں منعقد کی گئی مجلسیں، خواتین کے مسائل کے حوالے سے

منعقدہ اجتماعات، مواخات اسلامی کا اجتماع، مدینے کے یہودیوں اور دیگر قبائل سے کیئے گئے معاہدات، مدنی دور کے ابلاغی نمونے ہیں۔ مدینہ میں پہلی تبلیغی نشست محلّہ بنی سالم کی مسجد میں منعقد ہوئی۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے اسی محلّہ کی مجلس میں پہلی نماز جمعہ ادا کی اور خطبہ دیا۔ بعد کی زندگی میں وقتاً فوقتاً تبلیغات کا دور چلتا رہا یہاں تک کہ چھ ہجری میں کفار قریش کے ساتھ صلح حدیبیہ کا معاہدہ طے پایا۔ بلاشبہ ابلاغی نقطہ نظر سے معاہدہ صلح حدیبیہ کو بہت بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اس معاہدے کے بعد پیغمبر اسلام ﷺ کو پوری آزادی کے ساتھ اسلام کی تشہیر کرنے کا موقع ملا۔ خاص طور پر آپ ﷺ کے خطوط اس دور کے اہم اور موثر ابلاغی مناہج ثابت ہوئے۔ صلح حدیبیہ کے بعد مشرکین مکہ سے محاذ آرائی کا سلسلہ وقتی طور پر بند ہو گیا تو آپ ﷺ نے اسلام کی آفاقی دعوت کو اطراف واکنافِ عالم میں پھیلانے کا فیصلہ کیا۔ مکی اور مدنی دونوں ادوار میں انتھک محنت سے آپ ﷺ نے اسلام کی تبلیغ پایہ تکمیل تک پہنچائی تھی۔ تاہم اکا دکا واقعات کے علاوہ آپ ﷺ کی تمام تر ابلاغی کوششوں کا تعلق اندورن مکہ یا اندورن مدینہ سے تھا۔ لیکن جب حدبیہ کے مقام پر پیغمبر اسلام ﷺ اور قریش کے درمیان باہمی امن کا معاہدہ طے پایا تو یہ موقع اسلام کی ترسیل کیلئے بھرپور معاونت ثابت ہوا اور آپ ﷺ نے اپنی تبلیغی کوششوں کو مزید وسعت دینے کی ٹھان لی۔ اس سلسلے میں پیغمبر اسلام ﷺ نے مختلف بادشاہوں اور امراء کو خطوط لکھ کر باقاعدہ اسلام کی دعوت دی۔ مورخین کے مطابق صلح حدیبیہ کے فوراً بعد پیغمبر اسلام ﷺ نے ایک دن میں ہی چھ مختلف مملکتوں کے سربراہان جن میں حبشہ کے بادشاہ نجاشی، روم کے بادشاہ ہرقل، ایران کے بادشاہ خسرو پرویز، مصر کے بادشاہ مقوقس، شام کے حاکم حارث شمر غسانی اور یمامہ کے بادشاہ حوضہ بن عدی شامل ہیں، کے نام خطوط ارسال کئے۔(۱۸)

دنیا کے اہل اقتدار کی طرف آپ کے دعوت نامے صرف انہی چھ خطوط میں محدود نہیں رہے بلکہ آپ نے اس کے بعد بھی اپنی وفات تک مختلف مواقع پر دنیا کے دوسرے علاقوں میں بھی اپنے سفیر بھیجے تھے۔(۱۹) ابن ہشام نے پیغمبر اسلام ﷺ کے خطوط کی تعداد دس لکھی ہے۔(۲۰) یعقوبی نے تیرہ (۲۱) معروف مورخین مسعودی نے اپنی کتاب التنبیہ والاشراف میں چھ (۲۲) جبکہ ایک معاصر ایرانی محقق نے آپ کے خطوط کی کل تعداد ۲۰ بتائی ہے۔(۲۳) ڈاکٹر حمید اللہ نے پیغمبر اسلام ﷺ کی طرف سے بھیجے گئے خطوط کی تعداد ۲۲۵ لکھی ہے۔(۲۴) ابلاغی خطوط کی تعداد متعین کرنا بہت مشکل ہے۔ کیونکہ پیغمبر اسلام ﷺ کی زندگی اس بات کی متقاضی تھی کہ آپ ﷺ ہر لمحے دین مبین کی تبلیغ وترغیب میں مصروف رہیں۔ اس لئے یہ فرض کرنا زیادہ قرین عقل ہوگا کہ آپ ﷺ نے زیادہ سے زیادہ خطوط بادشاہان وقت کی طرف بھیجے ہوں گے۔ ڈاکٹر حمید اللہ نے ان خطوط کی تعداد ۲۲۵ لکھی ہے تو اس کی توجیہہ بھی یہی ہوسکتی ہے یعنی تبلیغ وترغیب، تبشیر وتعذیب، اوامر ونواہی وغیرہ۔ عین ممکن ہے کہ مورخین نے جو تعداد لکھی ہے وہ صرف بادشاہان وقت کی طرف بھیجے گئے خطوط کی ہو۔ حالانکہ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ ۹ ہجری جو اسلامی تاریخ میں عام الوفود کے نام سے مشہور ہے کو پینتیس کے قریب وفود پیغمبر اسلام ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان وفود کی آمد کو اگر ہم ابلاغی خطوط سے جوڑ دیں تو یہ تعداد اچھی خاصی بنتی ہے۔ چونکہ آپ ﷺ کے منصب کا تقاضا تھا کہ آپ ﷺ ہر آن انسانیت کو گمراہی کے دلدل سے نکالنے کے اسباب بیان فرمائیں۔ لہٰذا رائج الوقت ذرائع ابلاغ سے استفادہ کرتے ہوئے آپ ﷺ کے پیش نگاہ یہ بات ضرور ہوگی کہ تحریری ابلاغ بہت زیادہ کارآمد ہوسکتا ہے، اسی مقصد کے تحت سربراہانِ ریاست سے لے کر قبائلی سرداروں کے نام بڑی تعداد میں خطوط کا

ارسال کیا جانا کوئی تعجب کی بات نہیں۔

فتح مکہ کے بعد حج کے موقع پر آنحضرتﷺ نے اپنا آخری خطبہ دیا جسے تاریخ میں ''خطبہ حجۃ الوداع'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ پیغمبر اسلامﷺ نے اپنی پوری زندگی جس مشن کی تکمیل کیلئے صَرف کی تھی، خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر اس کے نتائج آپﷺ کے سامنے تھے۔ خطبہ کے اختتام پر آپﷺ نے فرمایا تھا: ''کیا میں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام تم تک پہنچایا؟'' تمام حاضرین نے اقرار کیا کہ بے شک آپ نے اپنے فرائض میں کوتاہی نہیں کی۔ اس کے بعد آپ نے ابلاغی فرائض کی ذمہ داری نسل نو کی طرف منتقل کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: لبلغ الشاهد الغائب، فان الشاهد عسیٰ ان یبلغ من هوا أوعی له منه (۲۵) ''جو لوگ حاضر ہیں وہ غائب تک پہنچادیں، ہوسکتا ہے کہ جس کو (اللہ کا پیغام) پہنچایا جائے، وہ حاضر کی نسبت اس کو زیادہ یاد رکھنے والا ہو۔'' پیغمبر اسلامﷺ کے بعد آپﷺ کے پروردہ ساتھی تبلیغ کے معاملے میں بہت زیادہ متحرک نظر آئے۔ خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر پیغمبر اسلامﷺ نے اپنے ساتھیوں کو جو مشن تفویض فرمایا تھا اس کی بجا آوری میں صحابہ نے ہر دستیاب موقع سے پورا فائدہ اٹھایا۔ سفر وحضر، آسانی وتنگی ہر حال میں تبلیغ کے فریضہ کو اولین اہمیت دی۔

اسلام اور ابلاغیات کے مضبوط تعلق کی بناء پر آج ہمارے سامنے پیغمبر اسلامﷺ کی تاریخ، سیرت، زندگی کے نمونے انتہائی واضح اور مستند ہیں۔ حتیٰ آپﷺ کی زندگی کی باریک اور جزئی باتیں بھی قطعی اور مسلم صورت میں آج ہماری دسترس میں ہیں۔ سال، مہینے، حتیٰ کہ ولادت کا دن اور انتہا یہ ہے کہ ولادت کا ساتواں دن، شیرخوارگی کا دور، وہ دور جو آپﷺ نے صحرا میں گزارا، بلوغت سے پہلے کا زمانہ، عربستان سے باہر آپﷺ کے کئے جانے والے سفر، نبوت سے پہلے مجموعی طور پر جو پیشے آپﷺ نے اپنائے تھے، آپ کی شادی کس عمر میں ہوئی۔ یہاں تک کہ آپ کی رسالت اور بعثت کے دور کے بارے میں معلومات زیادہ باریکیوں کے ساتھ موجود ہیں۔

یہ چند مثالیں ہم نے اپنے موقف کی وضاحت کیلئے پیش کیں ہیں ورنہ اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ ابلاغیات سے بھری پڑی ہے۔ یہ بات غور طلب ہے کہ شروع سے ہی اسلام کی نشرواشاعت میں دو عناصر نے اہم کردار ادا کیا۔ ایک کلام عظیم قرآن مجید اور دوسرا پیغمبر اسلامﷺ کا کردار، اوائل اسلام سے لے کر اب تک قرآن مجید ایک ابلاغی منہج کی حیثیت سے لوگوں کو رہنمائی فراہم کر رہا ہے۔ خاص طور پر پیغمبر اسلامﷺ کی ترسیٹھ سالہ زندگی میں قرآن مجید ابلاغیات کا وہ ذخیرہ ثابت ہوا جس کی مثال کہیں نہیں ملتی۔

بطور عمومی ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسلام کے مبادی ارکان جیسے قرآن مجید اور پیغمبر اسلامﷺ کی سیرت وشخصیت ابلاغیات کی بھرپور حوصلہ افزائی کرتے نظر آتے ہیں۔ ہماری اس گفتگو کا ماحصل بھی یہی ہے اور دعویٰ بھی ہے کہ اسلام شروع دن سے ہی ابلاغیات کا زبردست حامی رہا ہے اور ہم نے ان دونوں (اسلام اور ابلاغیات) کے درمیان باہمی ربط کو اسی نقطہ نگاہ سے بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ندوی،سید ابوالحسن علی، تاریخ دعوت وعزیمت، حصہ اوّل مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنو،۱۹۶۹ء،ص ۱۷۔۱۸

۲۔لاری، سید مجتبیٰ، اسلام وسیمای تمدن غرب، دفتر انتشارات اسلامی، وابستہ بہ جامعہ مدارسین حوزہ علمیہ قم، پاییز ۱۳۹۱ص ۱۱۶

۳۔ابن خلدون، عبدالرحمٰن بن محمد بن محمد، دیوان المبتدأوالخبر فی تاریخ العرب والبربرو من عاصرھم من ذوی الشأن الأکبر ،دارالفکر، بیروت، ۱۹۸۸ء، ج۲،ص ۳۷

☆طبری محمد ابن جریر، تاریخ الرسل والملوک، دارابن کثیر، بیروت، ۲۰۰۷، ج۱،ص ۵۵

۴۔’’وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ....‘‘(سورہ بقرہ، آیت:۲۳)

5.Karen Armstrong (1993),"A History of God", P69

۶۔ابن ہشام، لابی محمد عبدالمالک ،السیرۃ النبویۃ، ج۱، دارُالصحابہ للتراث بطنطا، ۱۴۱۶ھ بمطابق ۱۹۹۶ء،ص ۲۸۵،۲۸۶ ابن خلدون، محولہ بالا، ج۱، ص ۳۱۔۳۲

۷۔طبری، ابی جعفر بن جریر، تاریخ طبری، دارابن کثیر، بیروت، س ن، ج ۲،ص ۱۱

۸۔ابن ہشام، عبدالمالک، السیرۃ النبویۃ، محولہ بالا، ص ۱۵۷

۹۔ابن اثیر، ابوالحسن عزالدین، الکامل فی التاریخ، دارالکتاب العربی، لبنان، ۱۹۹۷ء، ج۲،ص ۶۳، بیہقی، احمد بن الحسین بن ابوبکر، دلائل النبوۃ، دارالکتب العلمیۃ، ۱۴۰۵ھ، ج۱،ص ۲۶۸

۱۰۔سورہ حجر، آیت: ۹۴۔۹۵

۱۱۔جعفر سبحانی، فروغِ ابدیت، مترجم: مولانا نصیر حسین، امامیہ پبلی کیشنز، لاہور، س ن، ج۱،ص ۲۶۳۔۲۶۴

۱۲۔الزھری، محمد بن سعد بن منیع، کتاب الطبقات الکبیر، دارصادر، بیروت، ۱۴۲۱ھ بمطابق ۲۰۰۱ء، ج۱،ص ۱۹۹

۱۳۔ابن اثیر، ابوالحسن عزالدین، الکامل فی التاریخ، محولہ بالا، ج۲،ص ۱۶

۱۴۔بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، ج۲،ص ۷۴۳، زیر: تبت یدا الی الاخر

۱۵۔ابن ہشام، عبدالمالک، السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، شرکۃ مکتبۃ، مصر، ۱۹۵۵ء، ج۱،ص ۱۳۱

۱۶۔ابن اثیر، ابوالحسن عزالدین، اسدالغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۹۹۴ء، ج۴،ص ۳۶۸۔۳۷۰

۱۷۔عبدالمالک بن ہشام، السیرۃ النبویۃ، محولہ بالا، ص ۴۸

۱۸۔الزھری، محمد بن سعد بن منیع، کتاب الطبقات الکبیر، محولہ بالا، ج۱،ص ۲۵۸ تا ۲۶۲

۱۹۔میانجی، علی احمدی، مکاتیب الرسول، دارصعب، بیروت، س ن، ج۱،ص ۱۵۳۔۱۵۴

۲۰۔ابن ہشام، عبدالمالک، السیرۃ النبویۃ، محولہ بالا، ج۲،ص ۲۵۴

۲۱۔احمد بن ابی یعقوب، تاریخ الیعقوبی، دارصادر، بیروت، س ن، ج۲،ص ۶۶۔۶۷

۲۲۔المسعودی، التنبیہ والاشرف، محولہ بالا، ص ۲۲۷ تا ۲۳۶

۲۳۔ہمدانی، احمد صابری، محمد وزمامداران، دارالعلم، قم، س ن، ج۲،ص ۱۳۴۶

۲۴۔ڈاکٹر حمید اللہ، رسول اکرم کی سیاسی زندگی، دارالاشاعت، کراچی، ص ۱۳۲

۲۵۔بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب العلم، باب: قول النبی، رب مبلغ اوعی من سامع، حدیث ۶۷،ص ۶۱